

اسلامی تہذیب اور اسکے اصول و سبکی

(۴)

زندگی کا نصب العین

تصور حیات کے بعد دوسرا سوال جو ایک تہذیب کے حسن و قبح کو جانچنے میں خاص اہمیت رکھتا ہے یہ ہے کہ وہ انسان کے سامنے کونسا نصب العین پیش کرتی ہے؟ اس سوال کی اہمیت اس وجہ سے ہے کہ انسان کے ارادوں اور اس کی عملی کوششوں کا رخ فطری طور پر اسی منتہا اور اسی مقصود کی طرف پھرتا ہے جس کو اس نے اپنا نصب العین اور مطمح نظر قرار دیا ہے۔ اسی کے صحیح یا غلط ہونے پر ذہنیت کی اچھی یا بری شکل اور زندگی بسر کرنے کے طریقوں کی درستی یا نادرستی کا انحصار ہے۔ اسی کے بلند یا پست ہونے پر افکار و تخیلات کی بلندی و پستی، اخلاق و ادب کی فضیلت و ذلیت، اور معیشت و معاشرت کی رفعت و ذنات کا مدار ہے۔ اسی کے واضح اور متعین ہونے یا نہ ہونے پر انسان کے ارادوں اور خیالات کا مجتمع یا پر اگندہ ہونا، اس کی زندگی کے معاملات کا ہموار یا ناہموار ہونا، اور اس کی قوتوں اور قابلیتوں کا ایک راہ میں صرف ہونا یا مختلف راہوں میں منتشر ہو جانا موقوف ہے۔ بالجملہ نصب العین ہی وہ چیز ہے جس کی بدولت انسان فکر و عمل کی بہت سی راہوں میں سے کوئی ایک راہ انتخاب کرتا، اور اپنی ذہنی و جسمانی قوتوں اور اپنے مادی و روحانی وسائل کو اسی راہ میں صرف کر دیتا ہے۔ لہذا جب ہم کسی تہذیب کو نقد صحیح کے معیار پر جانچنا چاہیں تو ہمارے لئے اس کے نصب العین

کی جستجو ناگزیر ہے۔

صحیح اجتماعی نصب العین کے لازمی خصائص | لیکن بحث و تحقیق کی راہ میں قدم اٹھانے سے پہلے ہم کو یہ

کر لینا چاہیے کہ تہذیب کے نصب العین سے ہماری مراد کیا ہے؟ یہ ظاہر ہے کہ جب ہم ”تہذیب“ کا لفظ بولتے ہیں تو اس سے ہماری مراد افراد کی شخصی تہذیب نہیں ہوتی بلکہ ان کی اجتماعی تہذیب مراد ہوتی ہے۔ اس لئے ہر فرد کا شخصی نصب العین، تہذیب کا نصب العین نہیں ہو سکتا۔ لیکن برعکس اس کے یہ لازم ہے کہ ایک تہذیب کا جو نصب العین ہو وہ اس تہذیب کے متعین میں سے ہر فرد کا نصب العین ہو، عام اس سے کہ ہر فرد کو اس کا شعور ہو یا نہ ہو۔ اس لحاظ سے تہذیب کا نصب العین وہ ہے جو شعوری یا غیر شعوری طور پر انسان کی ایک بڑی جماعت کا مشترک اجتماعی نصب العین بن گیا ہو، اور اس نے افراد کے شخصی نصب العین پر اتنا غلبہ پایا ہو کہ ہر فرد بجائے خود وہی نصب العین رکھتا ہو جو پوری جماعت کے پیش نظر ہے۔

اس قسم کے اجتماعی نصب العین کے لئے یہ ایک لازمی شرط ہے کہ وہ افراد کے شخصی نصب العین سے کامل موافقت و مناسبت رکھتا ہو اور اس میں یہ صلاحیت موجود ہو کہ معاً انفرادی اور اجتماعی نصب العین بن سکے۔ اس لئے کہ اگر اجتماعی نصب العین، افراد کے شخصی انصاب العین سے منافات کی نسبت رکھتا ہو تو اولاً اس کا اجتماعی نصب العین بننا ہی مشکل ہوگا، کیونکہ جس خیال کو افراد فرداً فرداً قبول نہ کریں وہ اجتماعی نصب العین بن سکتا۔ اور اگر کسی زبردست اثر کے تحت وہ اجتماعی نصب العین بن بھی گیا، تو فرد کے نصب العین اور جماعت کے نصب العین میں غیر محسوس طور پر ایک کشمکش برپا رہے گی، تا آنکہ اس غالب اثر کے کمزور ہوتے ہی افراد اپنے اپنے نصب العین کی طرف پھر جائیں گے، جماعت کا نصب العین باطل ہو جائے گا، ہیئت اجتماعی کی قوت جاذبہ و رابطہ فنا ہو جائے گی اور تہذیب کا نام و نشان تک باقی نہ رہے گا۔ اس لئے تہذیب کا صحیح نصب العین وہی ہو سکتا ہے جو حقیقتاً انسان کا نظری نصب العین ہو، اور ایک تہذیب کی اہلی خوبی یہی ہے کہ وہ ایسا اجتماعی نصب العین پیش کرے جو بعینہ انفرادی نصب العین بھی بن سکتا ہو۔

اس نقطہ نظر سے ہمارے سامنے دو سوال آتے ہیں جن کو حل کئے بغیر ہم آگے نہیں بڑھ سکتے:۔

ایک یہ کہ فطرۃ انسان کا شخصی نصب العین کیا ہے؟

دوسرے یہ کہ دنیا کی دوسری تہذیبوں نے جو نصب العین پیش کئے ہیں وہ کس حد تک انسان کے

اس فطری نصب العین سے مناسبت رکھتے ہیں؟

انسان کا فطری نصب العین | انسان کے فطری نصب العین کا سوال دراصل یہ سوال ہے کہ انسان فطری

طور پر دنیا میں کس مقصد کے لئے جدوجہد کرتا ہے، اور اس کی طبیعت کس چیز کی خواہشمند ہوتی ہے؟ اس کی تحقیق

کے لئے اگر آپ فرداً فرداً شخص سے پوچھیں کہ وہ دنیا میں کیا چاہتا ہے، تو آپ کو مختلف لوگوں سے مختلف

جوابات ملیں گے اور شاید کوئی دو آدمی بھی ایسے نہیں جن کے مقاصد اور جن کی خواہشات بالکل یکساں ہوں۔

لیکن ان سب کا استقصاء کیجئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ لوگوں نے جن چیزوں کو مقاصد قرار دیا ہے۔ وہ دراصل

فی نفسہ مقصود نہیں ہیں بلکہ ایک مقصود تک پہنچنے کے ذرائع ہیں، اور وہ واحد مقصود خوشحالی و اطمینان قلب

ہے۔ ہر شخص خواہ وہ کسی مرتبہ عقلی و ذہنی اور کسی طبقہ عمرانی سے تعلق رکھتا ہو۔ اور خواہ وہ کسی شعبہ حیات اور

کسی میدان عمل میں جدوجہد کر رہا ہو، اپنی کوششوں کے لئے ایک ہی نصب العین رکھتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اسے

امن سلامتی خوشی اور جمعیت خاطر نصیب ہو۔ لہذا اس کو ہم ہر فرد انسانی کا فطری نصب العین کہہ سکتے ہیں۔

و مقبول اجتماعی | دنیا کی مختلف تہذیبوں نے جو اجتماعی نصب العین پیش کئے ہیں ان کو بھی اگر جزئیات کے

نصب العین و ارتقید | اعتبار سے دیکھا جائے تو ان میں بہت کچھ اختلافات پائے جائیں گے، جن کا حکم کرنا

یہاں مقصود ہے اور نہ ممکن لیکن اصولی حیثیت سے ہم ان سب کو دو قسموں پر تقسیم کر سکتے ہیں۔

۱۔ جن تہذیبوں کی بنیاد کسی مذہبی و روحانی تخیل پر نہیں ہے انہوں نے اپنے متبعین کے سامنے

تفوق و برتری کا نصب العین پیش کیا ہے۔ یہ نصب العین متعدد اجزاء سے مرکب ہے جن میں سے خاص اور

اہم اجزاء ترکیبی یہ ہیں:

سیاسی غلبہ و استیلاء کی طلب۔

دولت و ثروت میں سب سے بڑھ جانے کی خواہش، عام اس سے کہ وہ فتح ممالک کے ذریعہ

ہو یا تجارت و صنعت پر حاوی ہوجانے کی بدولت۔

عمرانی ترقی کے مظاہر میں سب پر سبقت یجانے کی خواہش خواہ وہ علوم و فنون کے اعتبار سے ہو، یا آثارِ مدینیت و تہذیب میں شان و شکوہ کے اعتبار سے۔

یہ اجتماعی نصب العین ظاہر نظر میں اس شخصی نصب العین کے منافی نہیں ہے جس کا اوپر ہم ذکر کر آئے ہیں۔ کیونکہ ادنیٰ غور و تأمل کے بغیر یہ حکم لگایا جاسکتا ہے کہ اگر جماعت کا یہ نصب العین متحقق ہوجائے تو فرد کا نصب العین متحقق ہوجائے گا۔ اس نصب العین کی یہی ظاہر فریبی ہے جس کی بدولت ایک قوم کے لاکھوں گروٹوں افراد اپنے شخصی نصب العین کو اس میں گم کر دیتے ہیں لیکن تہمت نظر اور پھر عملی تجربہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حقیقت یہ اجتماعی نصب العین افراد کے فطری نصب العین سے سخت منافات رکھتا ہے۔ ظاہر ہے کہ دنیا میں تفوق و برتری کا یہ نصب العین رکھنے والی صرف ایک ہی قوم نہیں ہوتی، بلکہ ایک زمانہ میں متعدد قومیں اپنے سامنے ہی نصب العین رکھتی ہیں اور وہ سب اس کے حصول کے لئے جدوجہد کرتی ہیں۔ اس کا لازمی نتیجہ ہوتا ہے کہ ان میں شدید سیاسی معاشی اور تمدنی کشمکش برپا ہوتی ہے، مسابقت، مقابلہ اور مزاحمت کے زبردست ہنگامے رونما ہوتے ہیں اور ریش و اضطراب کے عالم میں افراد کو امن و سکون، خوشحالی و اطمینان قلب کا میسر آنا قریب قریب محال ہوجاتا ہے۔ چنانچہ آج ہی حالت ہماری آنکھوں کے سامنے مغربی ممالک میں درپیش ہے تاہم اگر ایک زمانہ ایسا بھی فرض کر لیا جائے جس میں صرف ایک قوم اس نصب العین کے لئے کوشش کرنے والی ہو، اور کوئی دوسری قوم اس نصب العین کی خاطر اس کی مزاحمت کرنے والی نہ ہو تب بھی اس کی کامیابی میں افراد کے شخصی نصب العین کا متحقق ممکن نہیں ہے۔ اس لئے کہ ایسے اجتماعی نصب العین کا یہ فطری خاصہ ہے کہ وہ بین الاقوامی مقابلہ ہی نہیں پیدا کرتا، بلکہ خود ایک قوم کے اپنے افراد میں باہم مسابقت کی ذمہ داری پیدا کر دیتا ہے۔ اس کی بدولت قوم کے ہر فرد کا مقصد حیات یہ ہوجاتا ہے کہ وہ دوسرے انڈے قوم پر خلیہ حاصل کر لے، دولت، حکومت، طاقت، شان و شوکت، اور اسباب عیش و نعمت میں سب سے بڑھ جائے، دوسروں کے رزق کی کنجیاں اس کے ہاتھ میں آجائیں، جتنے وسائل

ثروت ممکن ہوں ان کا اجارہ اس کی ذاتِ واحد کو حاصل ہو جائے فوائد و منافع اس کا حصہ ہوں، اور خسران و نامرادی دوسروں کا حصہ۔ صاحبِ امر وہ ہو اور دوسرے اس کے مطیع و دستِ نگر ہیں اول تو اس قسم کے لوگوں کی حرص و طمع کسی مرتبہ پر بھی پہنچ کر قانع نہیں ہوتی اس لئے وہ ہمیشہ غیر مطمئن اور بے چین رہتے ہیں۔ دوسرے اس نوع کا مقابلہ جب ایک قوم کے خود اپنے افراد میں پیدا ہو جاتا ہے، تو اس میں ہر گھر اور ہر بازار ایک میدان جنگ بن جاتا ہے اور امن و اطمینان، سکون و سلامتی اور سرت و خوشحالی ناپید ہو جاتی ہے، خواہ دولت و حکومت اور اسبابِ نعمت کی کتنی ہی کثرت ہو۔

علاوہ بریں یہ ایک فطری بات ہے کہ خالص مادی ترقی جس میں روحانیت کا کوئی حصہ نہ ہو، انسان کو کبھی مطمئن نہیں کر سکتی۔ کیونکہ محض حسی لذات کا حصول ایک خالص حیوانی نصب العین ہے، اور اگر کچھ ہے کہ انسان حیوانِ مطلق سے زائد کوئی چیز ہے، تو یقیناً یہ بھی صحیح ہونا چاہئے کہ انسان کو محض ان چیزوں کا حصول مطمئن نہیں کر سکتا جن کی لذتیں صرف اس کی حیوانی خواہشات کی تسکین کے لئے کافی ہو سکتی ہیں۔

۲۔ جن تہذیبوں کی بنیاد مذہبی اور روحانی تخیل پر رکھی گئی ہے انہوں نے عموماً اپنا نصب العین بناتا تو قرار دیا ہے۔ بلاشبہ اس نصب العین میں وہ روحانی عنصر موجود ہے جو انسان کو سکون اور اطمینان قلب بخشتا ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ نجات جس طرح ایک قوم کا نصب العین بن سکتی ہے اسی طرح فرداً فرداً ہر شخص کا نصب العین بھی بن سکتا ہے لیکن زیادہ گہری تنقید سے معلوم ہوتا ہے کہ دراصل یہ نصب العین ایک صحیح نصب العین ہی نہیں بن سکتا۔ اس کے چند وجوہ ہیں اولاً، نجات کے نصب العین میں ایک طرح کی خود غرضی چھپی ہوئی ہے جس کا خاصہ یہ ہے کہ اجتماعی ہو کر کے انفرادیت کو قوت پہنچائے کیونکہ جب ہر شخص بجائے خود چند خاص اعمال انجام دے کر نجات حاصل کر سکتا ہو تو اس نصب العین میں کوئی چیز ایسی نہیں رہتی جو اس کو انفرادی کے بجائے اجتماعی حیثیت دینے والی، اور اس کے تحقق کے لئے فرد کو جماعت کے ساتھ اشتراکِ عمل پر ابھارنے والی ہو یہ انفرادیت کی روح اس مقصد کے بالکل خلاف ہے جو تہذیب کا من حیث التہذیب عین مقصد ہے۔

ثانیاً، نجات کا مسئلہ دراصل طریقہ حصول نجات کے مسئلہ سے گہرا تعلق رکھتا ہے اور اس نصب العین کے صحیح یا غلط ہونے میں اس طریقہ کے صحیح یا غلط ہونے کو بھی بہت کچھ دخل حاصل ہے جو اس تک پہنچنے کے لئے تجویز کیا گیا ہے مثلاً نجات ہونے کے لئے دنیا اور رہبامیت کو ذریعہ نجات قرار دیا ہے، ان میں نجات نہ انفرادی نصب العین بن سکتی ہے اور نہ اجتماعی۔ ایسے مذاہب کے متبعین آخر کار دین کو دنیا سے الگ کرنے اور دنیا داروں کی نجات کے لئے بیچ کے راستے مثلاً دین داروں کی خدمت یا کفارہ وغیرہ انحال لینے پر مجبور ہوئے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اولاً نصب العین یحسانی و یجانی کے ساتھ فرد اور جماعت کا مشترک نصب العین نہیں رہا۔ دوسرے یہ کہ دینداروں کی ایک قلیل تعداد کے سوا باقی پوری جماعت کیلئے اس نصب العین میں وہ فتنہ، وہ اہمیت وہ جاویدیت، اور ذمہ داری باقی نہیں رہی جو اسے اپنا گرویدہ بنائے رکھتی، اس لئے تمام دنیا دار اس کو چھوڑ کر اس مادّی نصب العین کے پیچھے پڑ گئے جس کا ذکر ہم اوپر کر آئے ہیں۔ دوسری طرف جن مذاہب نے نجات کو مختلف دیوتاؤں اور معبودوں کی خوشنودی پر موقوف قرار دیا ہے، ان میں نصب العین کا اثر کم برقرار نہیں رہتا، مختلف گروہ مختلف معبودوں کی طرف پھر جاتے ہیں اور نصب العین کی وہ حقیقی وحدت سہی باقی نہیں رہتی جس کو قائم کرنا اور جس کے رشتہ میں اپنے تمام متبعین کو مربوط کر دینا ایک تہذیب کا اصلی کام ہے اس لئے ان مذاہبوں کے پیرو بھی جب دنیوی ترقی کے راستے پر جانا اور اپنی جماعت کی شیرازہ بندی کرنا چاہتے ہیں تو ان کو کسی دوسرے نصب العین کی حاجت ہوتی ہے۔ ایک اور قسم مذاہب کی وہ ہے جس کی دعوت کا خطاب انسان بحیثیت انسان سے نہیں ہے، بلکہ کسی خاص نسل اور خاص جغرافیائی حدود میں رہنے والی قوم سے ہے۔ اور اس بنا پر اس کے نزدیک نجات بھی اس خاص نسل و قوم کے لئے مخصوص ہے۔ یہ نصب العین بلاشبہ تہذیب و تمدن کے ابتدائی مرحلے میں ایک کامیاب اجتماعی نصب العین بن سکتا ہے مگر چونکہ یہ عقل صحیح کے معیار پر پورا نہیں اترتا اور نجات کا کسی مخصوص نسل کے لئے مختص ہونا ایسی بات ہے جس کو ماننے سے ہر علم الفطرت انسان کی عقل انکار کرتی ہے اس لئے اسے مذاہب کے متبعین عقلی ترقی کی راہ میں چننا ہی قدم کے ٹھہ کر اس نصب العین کے خلاف خود بتا کر دیئے ہیں اور اس کو اپنے ذہن سے خارج کر کے کوئی اور نصب العین اختیار کیا ہے۔

ثالثاً، نجات کا نصب العین دینی و روحانی نقطہ نظر سے خواہ کتنا ہی پاکیزہ ہو، لیکن دنیوی نقطہ نظر سے اپنے اندر کوئی چیز ایسی نہیں رکھتا جو ایک قوم کو من حیث القوم ابھارنے والی اور اس کے اندر وہ حرارت، وہ قوت اور وہ حرکت پیدا کرنے والی ہو جو قومی ترقی کے لئے لازم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک کسی ترقی پسند قوم نے اس کو اپنا اجتماعی نصب العین نہیں بنایا، اور ان قوموں میں بھی اس کی حیثیت ہمیشہ ایک انفرادی نصب العین ہی کی رہی ہے، جن کے مذہب نے صرف یہی ایک نصب العین پیش کیا ہے۔

یہ وجوہ میں جن کی بنا پر یہ مادی اور روحانی دونوں نصب العین نقد صحیح کے معیار پر پورے نہیں اترتے۔ آئیے اب ہم دیکھیں کہ اسلامی تہذیب نے کس چیز کو اپنا نصب العین قرار دیا ہے اور اس میں کیا خصائص ہیں جو اس کو ایک صحیح اجتماعی نصب العین بناتے ہیں۔

اسلامی تہذیب کا نصب العین | میں اس مضمون کی تمہیدی میں کہہ چکا ہوں کہ نصب العین کا سوال و تحقیق تصور حیا کے سوال سے ایک گہرا تعلق رکھتا ہے ہم دنیوی زندگی کے متعلق جو تصور رکھتے ہیں، اور دنیا میں اپنی حیثیت، اور اپنے لئے دنیا کی حیثیت کا جو نظریہ ہمارے ذہن میں ہے وہی فطری طور پر زندگی کا ایک نصب العین پیدا کر دیتا ہے اور ہم اپنی تمام قوتیں اسی نصب العین کے تحقق کی راہ میں صرف کرنے لگتے ہیں۔ اگر دنیا کو ہم اپنے لئے ایک چراگاہ تصور کرتے ہیں اور ہمارے ذہن میں زندگی عبارت ہو ایک مہلت سے جو ہم کو کھانے پینے اور لذات دنیا سے تمتع ہونے کے لئے ملی ہوئی ہے، تو بلاشبہ یہ حیوانی تصور ہمارے نفس میں زندگی کا ایک حیوانی نصب العین راسخ کر دیکھا۔ اور ہم تمام عمر اپنے لئے حسی لذتوں کے سامان فراہم کرنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔

بخلاف اس کے اگر ہم نے اپنے آپ کو پیدائشی مجرم اور فطری گنہگار سمجھا ہے، اور دنیا کے متعلق ہمارا تصور یہ ہے کہ یہ کوئی عقوبت خانہ اور عذاب کا گھر ہے جہاں اپنے اس پیدائشی جرم کی سزا بھگتنے کے لئے ہم پھینک دیئے گئے ہیں، تو قدرتی طور پر یہ تصور ہمارے نفس میں اس عذاب سے رہائی حاصل کرنے کی

خواہش پیدا کریگا، اور اس بنیاد پر ہم نجات کو اپنی زندگی کا نصب العین قرار دیں گے لیکن اگر دنیا کے متعلق ہمارا تصور چرچاگاہ اور دارالغذاب دونوں سے برتر ہو، اور انسان ہونے کی حیثیت سے ہم اپنے آپ کو حیوان اور مجرم دونوں سے زیادہ ارفع و اعلیٰ سمجھتے ہوں، تو یقیناً ہمارے نفس کو مادی لذات کی طلب اور نجات کے حصول دونوں سے زیادہ بلند نصب العین کی تلاش ہوگی، اور کسی پست اور ادنیٰ مصلح نظر پر ہماری نگاہ نہ ٹھیرے گی۔

اس قاعدہ کو پیش نظر رکھ کر جب آپ یہ دیکھیں گے کہ اسلام نے انسان کو خدا کا خلیفہ اور روئے زمین پر اس کا نائب قرار دیا ہے تو اس تصور حیات سے جو نصب العین فطری طور پر پیدا ہو سکتا ہے اور ہونا چاہئے اس تک آپ کی عقل خود بخود پہنچ جائیگی۔ ایک نائب کا بحیثیت نائب ہونے کے اس کے سوا اور کیا نصب العین ہونا چاہئے کہ وہ جس کا نائب ہے اس کی رضا اور خوشنودی حاصل کرے، اور اس کی نظر میں ایک جہاں وفادار، متدین، اور فرض شناس ملازم قرار پائے؟ اگر وہ کوئی سچا اور نیک نیت آدمی ہے تو کیا وہ اپنے آقا کی خدمت بجالانے میں اس کی رضا جوئی کے سوا کسی اور چیز کو اپنا مقصود بنا سکتا ہے؟ کیا وہ اپنا فرض اس لئے بجالائے گا کہ اس کے معاوضہ میں اس کو کسی نفع کی طمع اور کسی ترقی یا انعام یا اضافہ مناصبت یا جاہ و منزلت کی زیادتی کا لالچ ہے؟ یہ دوسری بات ہے کہ آقا اس سے خوش ہو کر اسے یہ سب کچھ عطا کر دے، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آقا اس کو حسن خدمت کے صلہ میں ان چیزوں کے بخش دینے کی امید دلائے، اور اس میں بھی مضائقہ نہیں کہ خود اس کو یہ علم ہو کہ اگر میں نے ٹھیک سے فرائض انجام دیے اور اپنے آقا کو خوش کر دیا تو وہ مجھے یہ یہ انعام دیگا لیکن اگر اس نے انعام کو اپنا مقصود بنا لیا، اور اپنے فرائض منفعت کی خاطر انجام دیے، تو کیا کوئی دانشمند ایسے ملازم کو ایک فرض شناس ملازم کہہ سکتا ہے؟ اسی مثال پر خدا اور اس کے نائب کے معاملہ کو بھی قیاس کر لو۔ اگر انسان روئے زمین پر خدا کا نائب ہے تو اس کی زندگی کا نصب العین خدا کی رضا جوئی اور اس کی خوشنودی کے حصول کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے؟

یہ وہ نصب العین ہے جو اس تصور حیات سے خود عقل اور فطرت پیدا کرتی ہے۔ اور کسی ادنیٰ فرق کے بغیر یہی

نصب العین ہے جو اسلام نے انسان کے سامنے پیش کیا ہے۔ قرآن مجید کے ارشادات کا تتبع کرنے سے آپ کو معلوم ہوگا کہ طبع طبع سے اسی ایک نصب العین کو ذہن نشین کرنے اور قلب و روح میں بٹھا دینے کی کوشش کی گئی ہے، اور اس کے سوا تمام دوسرے مطلق نظر کا پورے زور کے ساتھ ابطال کیا گیا ہے۔ فرمایا کہ

قُلْ إِنْ صَلَوَتِي وَنَسِيكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي
 اللَّهُ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ
 أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ (۲۰: ۶)

اپنے پیغمبر کہہ دے کہ میری نماز اور میری عبادت اور
 میرا دنیا اور میرا مرنا سب کچھ اللہ کے لئے ہے جو تمام جہان
 کا رب ہے اور جس کا کوئی شریک نہیں ہے مجھے اسی کا
 حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلے اس کے آگے سر جھکانے والا ہوں۔

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ
 وَأَمْوَالَهُمْ بِآثَارِهِمْ لِيُقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ
 فَيُقْتَلُوا وَيُقْتَلُونَ...
 ... فَاسْتَبَشِرُوا بِنُبَأِكُمْ الَّتِي
 بَايَعْتُمْ بِهِ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ
 (۱۴: ۹)

اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے اموال
 خرید لئے ہیں جن کے معاوضہ میں صرف انہیں کے لئے
 جنت ہے۔ وہ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں، مارتے
 ہیں اور مارے جاتے ہیں... پس اپنے اس سوے
 پر جو تم نے (اپنے خدا سے) کیا ہے خوشی مناؤ حقیقت میں
 یہی بڑی کامیابی ہے۔

سورہ بقرہ میں نافرمان اور فرمانبردار بندے کا فرق بتاتے ہوئے فرمانبردار بندے کی تعریف
 یہ کی ہے کہ :-

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْرِي لِنَفْسِهِ ابْتِغَاءَ
 مَرْضَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ رَؤُوفٌ بِالْعِبَادِ
 اور لوگوں میں سے ایک وہ ہے جو اپنی جان کو اللہ کی
 خوشنودی کی خاطر بیچ دیتا ہے، اور اللہ اپنے بندوں پر
 شفقت کرنے والا ہے۔

سورہ فتح میں مسلمانوں کی تعریف ہی یہ کی گئی ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کی دوستی اور دشمنی

اور جن کا رکوع و سجدہ سب کچھ اللہ کی خوشنودی کے لئے ہے :-

عَمَّدَتَّ سُلُوكِ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ مُحَمَّدًا لَمْ يَكُنْ يَهْتَبِجِي بِهٖ رُسُولًا هِيَ - اور جو لوگ ان کے ساتھ
 اَشَدَّ اَعْرَافًا عَلَى الْكُفَّارِ رَحْمَاءٌ مِّنْهُمْ هِيَ وہ کافروں پر سخت اور آپس میں رحم دل ہیں تم
 تَرْتَهُمْ رُكْعًا سَجْدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا ان کو رکوع و سجدہ کرتے ہوئے (ہی) دیکھو گے۔ یہ لوگ
 مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا - (۲۸: ۲۷) اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کے طلب گار ہیں۔

سورہ محمد میں کافروں کے اعمال ضائع ہونے کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ وہ خدا کے لئے کچھ نہیں کرتے

بلکہ دوسری اغراض کے لئے عمل کر کے خدا کی ناخوشی مول لیتے ہیں :-

ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ اتَّبَعُوا مَا اسْتَحْطَا اللّٰهُ وَ ان پر مارا اس لئے پڑے گئی کہ انہوں نے اس چیز کی پیروی
 كَرَهُوا رِضْوَانَهُ فَأَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ جس نے خدا کو ناخوش کر دیا۔ اور انہوں نے خدا کی
 خوشنودی حاصل کرنے کو پسند نہ کیا اس لئے اللہ نے ان کے

اعمال اکارت کر دیے۔

سورہ حج میں خدا کی ایسی عبادت کو جو فائدے کی خاطر ہو قطعاً بے کار، اور موجب نامرادی قرار

دیا گیا ہے :-

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلَىٰ حَرْفٍ اور لوگوں میں سے ایک وہ ہے جو اللہ کی عبادت اکھڑے
 فَاِنْ اَصَابَهُ خَيْرٌ نَّاطَمَانَ بِهِ وَاِنْ دل سے کرتا ہے۔ اگر اس کو کوئی فائدہ پہنچ گیا تو اس سے
 اَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ اِلْقَابَ عَلَيْهِ وَجْهَهُ مطمئن ہو گیا۔ اور اگر کوئی آزمائش کا وقت آگیا تو
 خَيْرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ذَٰلِكَ هُوَ النّٰسِ اِيسا شخص دنیا اور آخرت دونوں میں نامراد
 الْخُسْرَانِ الْمُبِينِ (۲۲: ۲۰) ہوا۔ اور یہی صریح گھٹا ہے۔

سورہ بقرہ میں بتایا گیا ہے کہ جو خیرات لوگوں کو دکھانے کے لئے کی جائے اور جس مال کو دے کر

آدمی احسان جنائے وہ ہل ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک چٹان پر تھوڑی سی مٹی پڑی تھی تم نے اس میں بیج بویا، مگر پانی کا سیلاب آیا اور اس کو بہا لے گیا بخلاف اس کے جو خیرات، ثبات نفس کے ساتھ خاص خدا کی خوشنودی کے لئے کی جائے اس کی مثال ایسے باغ کی سی ہے جس پر اگر خوب بارش ہو تو دو چند پھل لائے۔ اور اگر زور کی بارش نہ ہو، تب بھی ملکی سی پھو ہا رہی اس کے پھلنے پھولنے کے لئے کافی ہو جائے (۲: ۳۶)۔

اس بات کو مختلف مقامات پر مختلف پیرایوں میں سمجھایا گیا ہے کہ تم جو نیک عمل بھی کرو صرف خدا کی خوشنودی کے لئے کرو، اور اس سے کوئی اور غرض نہ رکھو۔

وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَا يُنْفِقُكُمْ وَمَا تَنْفِقُونَ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ (۲: ۲۷۰)

تم جو کچھ بھی خیرات کی مد میں خرچ کرو گے اس کا فائدہ تمہارے ہی لئے ہے (مگر شرط یہ ہے کہ) جو کچھ تم خرچ کرو صرف خدا ہی کی رضا جوئی کے لئے کرو۔

وَالَّذِينَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوْا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً وَيَدْرُؤُونَ بِالْحَسَنَةِ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ (۱۳: ۷)

اور جن لوگوں نے اپنے رب کی رضا جوئی کے لئے صبر کیا اور نماز قائم کی اور جو کچھ ہم نے ان کو روزی عطا کی تھی اس میں سے پوشیدہ یا ظاہر خرچ کیا اور جو لوگ نیکی سے بدی کو دفع کرتے ہیں، آخرت کا گھر ایسے ہی لوگوں کا ہے

وَسَيُجَنَّبُهَا الَّذِينَ الٰتَّقَى الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَىٰ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ (۹۲)

اور عذاب نار سے وہ بڑا پرہیزگار بن جائیگا جو پاکیزگی نفس کے ساتھ اپنا مال دیتا ہے اور اس کے نزدیک کسی کی نعمت اس کے اس عمل کی جزا نہیں ہے بلکہ وہ صرف اپنے بالا و برتر پروردگار کی خوشنودی چاہتا ہے

اور خدا اس سے راضی بھی ہوگا۔

پس تو اپنے رشتہ دار کو اس کا حق دے اور مسکین اور
مسافر کو (اس کا حق) یہ بہتر ہے ان لوگوں کے لئے جو
ابھی چاہتے ہوں اور حقیقت میں وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں
جو زکوٰۃ تم نے دی اور اس سے تم صرف اللہ کی خوشنودی
حاصل کرنا چاہتے ہو تو جو لوگ ایسا کر رہے ہیں وہ اپنے دے

فَاتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَ
ابْنَ السَّبِيلِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يُرِيدُونَ
وَجْهَ اللَّهِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ
وَمَا آتَيْتُم مِّنْ زَكَاةٍ تُرِيدُونَ وَجْهَ
اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُونَ (۲:۲۱)

کو دو گنا جو گنا کر رہے ہیں۔

اور اللہ کی محبت کی خاطر مسکین اور یتیم اور اسیروں کو کھانا
کھلاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم تم کو خدا کے لئے کھلا رہے
ہیں ہم تم سے نہ کوئی جزا چاہتے ہیں اور نہ شکر یہ ہم کو تم
اپنے رب اس دن کا خون لگا ہوا ہے جب لوگوں کے منہ
بنے ہوئے ہوں گے اور ان کے چہروں پر شکنیں پڑ جائیں
گی پس اللہ نے ان کو اس دن کے شر سے بچا لیا اور

وَيُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا
وَيَتِيمًا وَاسِيرًا۔ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ
اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكْرًا۔
اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا
قَمْطَرِيرًا۔ فَوَقَّهْمُ اللَّهُ شَرَّ ذَٰلِكَ الْيَوْمِ
وَلَقَدْ هَمَّتْ فِرْعَوْنُ وَاسْرُورًا۔ (۱:۷۶)

ان کو تازہ روٹی اور خوش حالی سے ہم آغوش کر دیا۔

نے میں ان غریب لوگوں کا حصہ بھی ہے جنہوں نے ہجرت کی
ہے اور جو اپنے گھروں اور جائیدادوں سے نکلے گئے ہیں
(اور جنہوں نے یہ سب کچھ اس لئے قبول کیا ہے کہ) وہ اللہ
کا فضل اور اس کی خوشنودی چاہتے ہیں اور وہ اللہ اور
اس کے رسول کے کام آتے ہیں حقیقت میں یہی لوگ سچے ہیں
اللہ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اس کی راہ میں اس طرح

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ
دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا
مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ
وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ
(۱:۵۹)

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ

صَفَاكَانَ تَهْمُ بِنْيَانٌ مَرَّوْضٌ - (۱۰:۶۱) صفت بستہ ہو کر لڑتے ہیں کہ گویا وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی
 الَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ
 ہیں اور جو کافر ہیں وہ ظلم و کسریٰ کی خاطر لڑتے ہیں
 الطَّاغُوتِ (۱۰:۲)۔

اس تمام تعلیم کو صاحب جوامع الکلم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جملہ میں دیا فرمایا ہے اور حقیقت
 یہ ہے کہ ایک ایسا قاعدہ کلیتہً بیان فرما دیا ہے جو تمام معاملات اور عبادت پر پوری طرح حاوی ہے
 حدیث کے الفاظ میں کہ إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبَلُ مِنَ الْعَمَلِ إِلَّا مَا كَانَ لَهُ خَالِصًا وَكَتَبْنَا بِهِ
 وَجْهَهُ۔ یعنی اللہ صرف وہی عمل قبول کرتا ہے جو خالص اس کے لئے کیا جائے اور جس سے محض ان کی
 رضا جوئی مقصود ہو۔

بے خبر انسان کبھی کامیاب نہیں ہوتا

دن کی باتیں ہو یا دنیا کی دونوں سے بے خبر رہنا ہر انسان کے لئے ضروری ہے بے خبر لوگوں کا دین بھی خراب اور دنیا بھی
 پس۔ آپ بھی دین اور دنیا سے بے خبر رہنے کی کوشش کیجئے اس کا ذریعہ صرف یہ ہے کہ اخبار برابر پڑھنا کیجئے جو ہفتہ میں
 دو مرتبہ تمام دنیا کے اسلامی اور غیر اسلامی ملکوں کی تازہ خبریں۔ مذہبی۔ علمی۔ سیاسی۔ اور
 تیکنیکی مضامین تازہ ترین مذہبی فتوے۔ عربی۔ فارسی اور انگریزی اخبار اکھنڈ خاص ترجمے ہندوستان کی سیاسی اور اسلامی معاملات
 پر پینچیدہ اور معقول مقالات اور اہم مسائل پر دوسرے اخبارات کی رائیں آپ کے سامنے پیش کرتا ہے یہ اخبار آپ کو ہندوستان
 کے تمام مذہبی اور سیاسی اخباروں اور رسالوں سے بے نیاز کر دے گا اخبار سب سے بڑے سائز کے آٹھ صفحات پر عمدہ کاغذ اور تیز
 کتابت و طباعت کے ساتھ شائع ہوتا ہے ان تمام خوبیوں کے باوجود سالانہ پانچ سو روپے اور ششماہی تین سو روپے چار آنہ
 نمونہ مفت منگوا کر دیکھیے۔ الجمعیۃ آٹھ سال سے مذہب اور دین کے خد و خدہ کے لئے اپنی تمام رہائی اور پابندی وقت کے ساتھ اپنے
 مشہورین اور ایڈیٹور کے لئے بے حد نفع بخش ہے
 پینچ اخبار الجمعیۃ دہلی